

امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حنفیت

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

محدث العصر حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تحقیقی مقالہ آج سے تقریباً ۷۸/برس قبل ۱۳۵۹ھ-۱۹۴۰ء میں بریلی سے مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر ادارت شائع ہونے والے ماہنامہ ''الفرقان'' کی خصوصی اشاعت برائے امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے تحریر فرمایا تھا، حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ اس وقت جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ افادیت کے پیش نظر یہ تحقیقی مقالہ قندِمکرر کے طور پر شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ، سرزمین ہند کے ان اکابر میں سے ہیں جن کی نظیر نہ صرف اپنے عصر میں اور نہ صرف ہندوستان میں بلکہ بہت سے قرون اور ممالکِ اسلامیہ میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ حضرت موصوف، بقول حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی - بانی دارالعلوم دیوبند- ان افرادِ امت میں سے ہیں کہ سرزمین ہند میں اگر صرف شاہ ولی اللہ ہی پیدا ہوتے تو ہندوستان کے لیے یہ فخر کافی تھا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور علمی وعملی کمالات کے اتنے گوشے ہیں کہ ہر ایک مستقل تصنیف کا محتاج ہے، مثلاً: حضرت ممدوح کی جامعیت اور تبحر، دقتِ نظر، ظاہری و باطنی علوم کا حیرت انگیز اجتماع، مکاشفات وکرامات، تصنیف وتالیف، ترجمۂ قرآن کی بنیاد، نصابِ حدیث کی تاسیس، درس کی اصلاح، اسرارِ شریعت کی دل نشین اور مؤثر تشریح، کلام، تصوف، فلسفہ، اخلاق اور نظامِ حکومت میں ان کے خاص خاص قابل قدر نظریات، اُصولِ تفسیر واُصولِ حدیث میں خاص خاص تحقیقات، جہاد کا جوش، حکومت اسلامیہ کی خلافت راشدہ کے اصولوں پر تشکیل وتاسیس، وغیرہ وغیرہ، اتنے کمالات و خصائص ہیں جو اہلِ نظر وفکر کے لیے اور اہلِ دل واہلِ ذوق اربابِ قلم کے لیے کافی جولان گاہِ تحقیق وتدقیق ہیں۔

حضرت موصوف کیا تھے؟ خدائے تعالیٰ کی ایک حجتِ قاطعہ تھی جو بارہویں صدی میں ہندوستان میں ظاہر ہوئی۔ میری بساط ہی کیا ہے کہ میں اربابِ نظر کے لیے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کے کسی شعبہ پر ایسا لکھ سکوں کہ حق ادا ہو سکے، تاہم حصولِ سعادت کے لیے ایک موضوع پر کچھ اظہارِ رائے کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، عصر حاضر کے ذوق کے پیش نظر مجھے کوئی دلچسپ موضوع اختیار کرنا چاہیے تھا، مگر مندرجہ ذیل امور نے مجھے عنوان مندرجہ بالا پر کچھ اظہار کرنے کے لیے مجبور کیا:

۱:-حنفیت حقیقت میں ایک شرعی نظامِ قانون ہے جس کو اصحابِ درایت اور ائمہ مذہب نے نظامِ عالم کے لیے اصح ترین قانون سمجھا اور آخرت کے لیے ایک نافع ترین ذریعۂ نجات و وسیلۂ سعادت خیال کیا۔

۲:- ہند اور بیرونِ ہند کے مخالف تقلید حضرات نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی امام ابن حزم ظاہری، علامہ ابن القیم اور خاص شوکانی کی طرح عدم تقلید کے لیے ایک رکن رکین سمجھا، بلکہ تقلید اور بالخصوص حنفیت کا دشمن ظاہر کیا ہے۔

۳:- حضرت موصوف کی بعض تالیفات میں بعض ایسی عبارات بھی موجود ہیں جس سے ایک سطحی النظر شخص دیانت داری کے ساتھ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ رائے قائم کر سکتا ہے۔

اس موقع پر مناسب ہوتا کہ کچھ تفصیلی نظر اجتہاد و تقلید پر ڈال سکتا، تاکہ کسی قدر واضح ہو جاتا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجتہد تھے یا مقلد؟ لیکن مضمون بہت طویل ہو جائے گا، اس لیے اس کے متعلق چند ارشادات ہی پر اکتفا کرتا ہوں، اور وہ ارشادات بھی نہایت مجمل ہوں گے، لیکن ان شاء اللہ! اہلِ علم کے لیے وہ کافی بھی ہوں گے۔

۱:......اگر قدماء میں سے قاضی بکار اور امام طحاوی اور ابوبکر خصاف اور ابوبکر جصاص، قاضی ابوزید دبوسی، شمس الائمہ سرخسی رحمہم اللہ وغیرہ وغیرہ اور متاخرین میں سے امیر کاتب اتقانی، علاء الدین ماردینی، ابن الہمام، ابن امیر الحاج، قاسم بن قطلو بغا رحمہم اللہ وغیرہ مقلدِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہو سکتے ہیں، حالانکہ یہ حضرات بھی اپنے خصوصی مختارات رکھتے ہیں تو پھر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انہی کی طرح حنفی ہونا کیوں مستبعد ہے؟!

نیز جبکہ قاضی اسماعیل، حافظ ابن عبدالبر، قاضی ابوبکر ابن عربی، حافظ اصیلی، ابن رشد کبیر رحمہم اللہ مالکی ہو سکتے ہیں اور دارقطنی، بیہقی، خطابی، ابوالمعالی، امام الحرمین، غزالی، عز ابن عبدالسلام، ابن دقیق العید رحمہم اللہ وغیرہ شافعی ہو سکتے ہیں اور علیٰ ہذا جبکہ ابن جوزی، ابن قدامۃ، ابن تیمیہ، ابن قیم رحمہم اللہ وغیرہ حنبلی ہو سکتے ہیں تو پھر اسی درجہ میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مقلدِ مذہب حنفی ماننے میں کیا اشکال ہو سکتا ہے؟!

۲:......اصولاً کسی امام صاحبِ مذہب کا متبع چند جزئی مسائل میں اگر اپنے امام کے خلاف رائے قائم کرے تو علمائے امت میں اس کو اتباع و تقلید کے منافی نہیں سمجھا جاتا، قریباً سب مذاہب کے

علماء میں کثرت سے خاص خاص مسائل میں بہت سے اختیارات اپنے ائمہ کے خلاف ملتے ہیں۔

۳:...... پس اگر آپ نے تقلید کی وسیع حدود کو ان ارشادات اور امثلہ سے کچھ سمجھ لیا ہے تو پھر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات و ملفوظات سے یہ سمجھنا آپ کے لیے آسان ہوجائے گا کہ حضرت ممدوح حنفی تھے یا غیرحنفی۔

۴:...... اجتہاد وتقلید کے سمجھنے کے لیے ایک حد تک حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ''**عقد الجید فی الاجتہاد والتقلید**'' عربی میں اور اردو میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''**الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد**'' اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن قدس سرہٗ کی کتاب ''**إیضاح الأدلۃ**'' کی دفعہ پنجم کافی وشافی ہیں۔

۵:...... ہر محدث کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ فقیہ بھی ہو، جیسا کہ ہر فقیہ کا محدث ہونا ضروری نہیں، نیز تفقہ کا مرحلہ تحدیث سے کہیں زیادہ مشکل ہے، اس کی وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل دو واقعے پیش کرتا ہوں:

ا:- حافظ حدیث ابوعمر ابن عبدالبر مالکی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۶۳ھ) اپنی کتاب ''**جامع بیان العلم**'' میں فرماتے ہیں کہ: امام حدیث اعمش (سلیمان بن مہران رحمۃ اللہ علیہ) کی مجلس میں ایک شخص آیا اور اعمشؒ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا، آپ کوئی جواب نہ دے سکے، دیکھا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے ہیں، فرمایا کہ: کہئے نعمان! کیا ہے جواب؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً جواب دے دیا۔ امام اعمشؒ نے پوچھا: ابوحنیفہ! تم نے کہاں سے یہ جواب دیا؟ ابوحنیفہؒ نے فرمایا: آپ ہی نے تو مجھے فلاں حدیث اپنی سند سے بیان کی تھی، اسی سے یہ مسئلہ اس طرح نکلتا ہے الخ۔ امام اعمشؒ یہ دیکھ کر بے ساختہ فرمانے لگے:

''**نحن الصیادلۃ وأنتم الأطباء**۔'' (مختصر جامع بیان العلم، ص:۱۸۲)

ترجمہ: ''ہم تو عطار ہیں، طبیب تو آپ لوگ ہیں۔''

نیز امام ابن عبدالبرؒ اسی کتاب میں نقل فرماتے ہیں کہ: ایک دفعہ اعمشؒ نے امام ابویوسفؒ سے ایک مسئلہ دریافت فرمایا، ابویوسفؒ نے جواب دے دیا، آپ نے فرمایا: یعقوب! (امام ابویوسفؒ کا نام ہے) تم نے یہ کہاں سے کہا؟ فرمایا: اس فلاں حدیث سے جو آپ نے ہی مجھے بیان فرمائی ہے۔ اعمش فرمانے لگے:

''**یایعقوب! إنی لأحفظ ہٰذا الحدیث من قبل أن یجتمع أبواک ماعرفت تاویلہٗ إلی الآن**۔'' (مختصر جامع بیان العلم، ص:۱۸۲)

ترجمہ: ''یعقوب! یہ حدیث تو مجھے اس وقت سے یاد ہے کہ آپ کے والدین جمع بھی نہ ہوئے ہوں گے، لیکن آج تک مجھے اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا تھا۔''

اور یہ اعمشؒ وہ جلیل القدر امام ہیں جن کے متعلق امام بخاریؒ کے استاذ علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں:

''**حفظ العلم علی أمَّۃِ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم ستۃٌ: عمرو بن دینار بمکۃ،**

والزھری بالمدینة، وأبواسحاق السبیعی، والأعمش بالکوفة، وقتادة ویحیی بن أبی کثیر بالبصرۃ۔‘‘ (تہذیب التہذیب لابن حجرؒ، ص:۴۲۴، ج:۲)

ترجمہ: ’’اُمتِ محمدیہ کے لیے چھ محدثوں نے علم محفوظ کیا۔ عمرو بن دینار نے مکہ میں، زہری نے مدینہ میں اور ابواسحاق واعمش نے کوفہ میں اور قتادہ ویحییٰ بن ابی کثیر نے بصرہ میں۔‘‘

۲:- امام حدیث ابومحمد رامہرمزیؒ اپنی کتاب ’’المحدث الفاصل‘‘ میں فرماتے ہیں:

’’عن أنس بن سیرین أتیت الکوفة فرأیت فیھا أربعة آلاف یطلبون الحدیث و أربعمائة قد فقھوا الخ۔‘‘ (مقدمہ نصب الرایۃ، ص:۳۵، مطبوعہ مجلس علمی)

ترجمہ: ’’انس بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ: میں کوفہ آیا تو مشتغلین بالحدیث چار ہزار پائے اور علم فقہ صرف چار سو کو آیا تھا۔‘‘

اب تو شاید ہر منصف کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ فقہ کتنی مشکل چیز ہے اور صرف محدث بننے سے فقیہ نہیں بن سکتا، اس قسم کے سینکڑوں نہیں، ہزاروں واقعات سے اسلام کا علمی ذخیرہ بھرا پڑا ہے، اس تمہید کے بعد اصلی مقصد کی طرف آ رہا ہوں۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ان کی تالیفات کی روشنی میں

۱:...... تفہیماتِ الٰہیہ، ص: ۱۴۸و۱۴۹، ج:۱، میں فرماتے ہیں:

’’إن تشعبَ الدینِ طرقاً و مذاھب وکون الأمة فیھا أحزابا متحزبة أمر عظیم ھال خاصتھم وعامتھم، فمن أھل اللّٰہ من کشف له عن ارتباط کل قول نطق به فقیه من فقھاء الإسلام بالشریعة المحمدیة علی صاحبھا الصلوات والتسلیمات، ولم یکشف له عن الجادة القویمة التی أقامھا اللّٰہ تعالٰی لعبادہٖ ورضی لھم، فسکت عن ترجیح بعض الأقوال علی بعض وحمل اختلافھا علی العزیمة والرخصة.... ومن أھل اللّٰہ من یتراآی له الجادة القویمة التی تودی إلٰی ظاھر الشریعة والتی توارثھا جماھیرُ المسلمین عن جھابذة التابعین عن کبار الصحابةؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم أخذا ظاھرا کالتناول بالید، أولم یتوارثوا عین ذلک ولکنه أشبه بشیءٍ بما توارثوہ... فرأی المتکلم فی ترجیح الراجح نصرًا للدین وذباً عنه کأکثر الفقھاء المحدثین فإنھم قد بالغوا فیه.

ومن أھل اللّٰہ من کشف له عن الأمرین فسلمھا کلھا علی معنی أنھا من دائرة الشرع وأن المتعبد بھا فی فسحة من دینہٖ متدین للّٰہ تعالٰی معذور عندہٗ غیر أن الفضل للجادة القویمة وھی المرضیة عنداللّٰہ تعالٰی کل الرضا.

ومن أعظم نعم اللّٰہ تعالٰی علی أن جعلنی من الحزب الثالث، وکشف لی عن أصل الشریعة وعن تبیانھا الحاصل علی لسان النبیؐ صلی اللّٰہ علیه وسلم، ثم عن تبیان تبیانھا الحاصل علی سنة الصحابةؓ والتابعینؒ، ثم عن إیضاحھا وتدوین

أصـولهـا وفروعها الحاصل على أيدى المجتهدين المتقدمين .... ثم عن شرح مذاهبهم وأقاويلهم والتخريج على قواعدهم الحاصل على أيدى المتاخرين من الـفـقهـاء فـي كـل مـذهـب، فـكشف لى عن كل ذلک بترتيبه الواقع فى نفس الأمـر كـأنـى أراه ببـصرى، فرأيت كل قول قيل فى الدين مرتبطاً بأصل الشريعة بواسطة أوبغير واسطة۔‘‘

۲: ...... پھر صفحہ: ۱۵۲، جلد اول میں فرماتے ہیں:

’’فـكـان مـن أعظم نعم اللّٰه على أن كشف لى عن حقيقة حال المذاهب، وحال الـمتقيد ببعضها، وحال من أراد الانتقال إلٰى مذهب بعد ما كان متقيدا بـمذهب آخـر، وحـال مـن أخـذ فـى بعض المسائل بـمذهب وفى البعض الآخر بـمذهب آخر، وهل خيّر الشارع أو ألزم لكل واحد أن يلتزم مذهباً واحداً۔‘‘

۳: ...... پھر صفحہ: ۱۵۳، ج: ۱، میں فرماتے ہیں:

’’وكشف لـى أن الاختـلاف عـلـى أربـعة منازل: ۱: ......اختلاف مردود، ليس لـقـائـلـه ولا لـمـقـلـده مـن بعدهٖ عذر، وهٰذا قليل الوجود فى المذاهب الأربعة الـمـدونة، ۲: ......واختـلاف مردود ولقائله عذر ما لم يبلغه حديث صحيح دال على خلافه فإذا بلغهٗ فلا عذر لهٗ، ۳: ...... واختلاف مقبول قد خير الشارع المكلفين فـى طـرفيـه تـخييـراً ظـاهراً مطلقاً كالأحرف السبعة من القرآن، ۴: ...... واختلاف أدركـنـا كون طرفيه مقبولين اجتهاداً واستنباطاً من بعض كلام الشارع صلوات الـلّٰه وسلامهٗ عليه، والإنسان مكلف به لا مطلقاً بل بشرط الاجتهاد وتأكد الظن وتقليد من حصل لهٗ ذٰلک ۔‘‘

۴: ......اور ’’فیوض الحرمین‘‘ صفحہ: ۶۲ میں فرماتے ہیں:

’’سـألتـهٗ صـلـى اللّٰه عليه وسلم سوالاً روحانياً فنفح إلى نفحة ونفح نفحة أخرى فبيـن أن الـمـراد الـحـق فيك أن يجمع شملا من شمل الأمة المرحومة بك، فـإيـاك... وإيـاك أن تـخـالف القوم فى الفروع فإنهٗ مناقضة المراد الحق، ثم كشف أنـمـوذجا ظهر لى منه كيفية وتطبيق السنة بفقه الحنفية من الأخذ بقول أحـد الثـلاثة، وتـخـصيص عموماتهم والوقوف على مقاصدهم والاقتصار على مايفهم من لفظ السنة، وليس فيه تاويل بعيد، ولا ضرب بعض الأحاديث بعضا، ولا رفـضـا لـحـديـث صـحـيـح بقول أحد من الأمة،وهذه الطريقة أن أتمها اللّٰه وأكملها فهى الكبريت الأحمر والأكسير الأعظم، الخ۔‘‘

۵: ...... پھر صفحہ: ۴۸ میں فرماتے ہیں:

’’عـرفـنـى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أن فى المذهب الحنفى طريقة أنيقة هـى أوفـق الـطـرق بـالسـنة الـمعروفة التى جمعت ونقحت فى زمان البخارى

وأصحابه وذلک أن یؤخذ من أقوال الثلاثة قول أقربهم بها فی المسألة، ثم بعد ذلک یتبع اختیارات الفقهاء الحنفیین الذین کانوا من علماء الحدیث، (۱) فرب شیء سکت عنه الثلاثة فی الأصول وما تعرضون لنفیه ودلت الأحادیث علیه فلیس بد من إثباته والکل مذهب حنفی ، الخ۔''

عقد الجید میں صفحہ:۳۱ سے لے کر دور تک اسی مضمون کو نہایت وضاحت وتفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

۶:...... پھر صفحہ:۶۴-۶۵ میں فرماتے ہیں:

''واستفدت منه صلی اللّٰه علیه وسلم ثلاثة أمور خلاف ماکان عندی ... وثانیها الوصاة بالتقید بهذه المذاهب الأربعة لا أخرج منها، والتوفیق ما استطعت وجبلتی تأبی التقلید وتأنف منه رأسا و لکن شیء طلب منی التعبد به بخلاف نفسی، الخ۔''

۷:...... پھر اسی کے صفحہ:۱۰۲ میں فرماتے ہیں:

''اعلم أن الملل والمذاهب بالحقیقة یقال ملة حقة .... معنیین: أحدهما جلی والآخر دقیق، یری من بعد .... وکذلک معنی حقیة المذهب أن یکون أحکامهٗ مطابقة لما قالهٗ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی نفس الأمر ولما کان علیه القرون المشهود لها بالخیر، وإن کانت المسألة لا نص فیها ولا روایة فحقیقتها أن تکون محفوفة بقرائن تورث غالب الظن بأن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لو تکلم فی المسألة لما نطق بغیر هذا القول .... وکذلک المذهب ربما یکون العنایة المتوجهة إلٰی حفظ ملة حقة متوجهة بحسب معدات إلٰی حفظ مذهب خاص بأن یکون حفظة المذهب یومئذ هم القائمین بالذب عن الملة . وهذا المعنی الدقیق لا یوقف علیه إلا بالنور النبوی.... فنقول: ترائٰی لی أن فی المذهب الحنفی سرا غامضا ثم لم أزل اتحدث فی هذا السر الغامض حتی شاهدت أن لهذا المذهب یومنا هذا رجحاناً علی سائر المذاهب بحسب هذا المعنی الدقیق، الخ۔''

۸:...... اور حجۃ اللہ البالغہ، ص:۴۴۲ تا ۴۴۴، ج:۱ میں فرماتے ہیں:

''ومما یناسب هذا المقام التنبیه علی مسائل ضلت فی بوادیها الأفهام، وزلت الأقدام، وطغت الأقلام، منها: أن هٰذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة، أو من یعتد به، منها علی جواز تقلیدها إلی یومنا هذا، وفی ذلک من المصالح ما لا یخفی، لا سیما فی هذه الأیام التی قصرت فیها الهمم جدا، وأشربت النفوس الهوی، وأعجب کل ذی رأی برأیه فما ذهب إلیه ابن حزم حیث قال: التقلید حرام لا یحل لأحد أن یأخذ قول أحد غیر رسول اللّٰه

صلی اللّٰه علیه وسلم بلا برهان .... إنما یتم فیمن له ضرب من الاجتهاد ولو فی مسألة واحدة، وفیمن ظهر علیه ظهوراً بیّناً أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم أمر بکذا، ونهی عن کذا أنه لیس بمنسوخ، الخ۔‘‘

۹:......اور حجۃ اللہ، ص: ۴۴۷-۴۴۸، ج: ۱ میں فرماتے ہیں:

’’ومنها أن التخریج علٰی کلام الفقهاء، وتتبع لفظ الحدیث لکل منهما أصل أصیل فی الدین، ولم یزل المحققون من العلماء فی کل عصر یأخذون بهما، فمنهم من یقل من ذا ویکثر من ذاک .... فلا ینبغی أن یهمل أمر واحد منهما .... وإنما الحق البحت أن یطابق أحدهما بالآخر، الخ ۔‘‘

۱۰:......اور تفہیماتِ الٰہیہ، ص: ۲۰۲، جلد ثانی میں فرماتے ہیں:

’’ونحن نأخذ من الفروع ما اتفق علیه العلماء لاسیما هاتان الفرقتان العظیمتان الحنفیة والشافعیة وخصوصاً فی الطهارة والصلاة فإن لم یتیسر الاتفاق واختلفوا فنأخذ بما یشهد لهٗ ظاهر الحدیث و معروفهٗ ونحن لانزدری أحدا من العلماء فالکل طالبوا الحق ولا نعتقد العصمة فی أحد غیر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الخ۔‘‘

۱۱:......اور تفہیماتِ الٰہیہ، ص: ۲۰۲، جلد ثانی میں فرماتے ہیں:

’’لیس منا من لم یتدبر کتاب اللّٰه ولم یتفهم حدیث نبیه صلی اللّٰه علیه وسلم، لیس منا من ترک ملازمة العلماء أعنی الصوفیة الذین لهم حظ من الکتاب والسنة، أوالراسخین فی العلم الذین لهم حظ من التصوف، أوالمحدثین الذین لهم حظ من الفقه، أوالفقهاء الذین لهم حظ من الحدیث۔‘‘

نیز تفہیمات، ص: ۲۴۰، جلد ثانی میں ایک وصیت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

۱۲:......’’و در فروع پیروِی علماء محدثین کہ جامع باشند میانِ فقہ و حدیث کردن و دائما تفریعاتِ فقہیہ بر کتاب و سنت عرض نمودن، آنچہ موافق باشد در حیز قبول آوردن و الا کالائے بد بریش خاوند دادن، الخ۔‘‘

نیز اسی تفہیمات، ص: ۱۱۸، جلد ثانی میں فرماتے ہیں:

۱۳......’’فإذا رفع إلیه قضیة فله أن یجتهد فیها برأیه ویتحری الصواب فإن کان قدسبق فیها حکم لجماعة فعلیه أن لایجاوزهٗ وهی القیاس والإجماع، الخ۔‘‘

فائدہ: ...... اس عبارت سے ایک خاص بات یہ معلوم ہوئی کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے نزدیک جو اہلِ اجتہاد بھی ہو اگر اس کے سامنے بھی کوئی ایسا نیا قضیہ پیش کیا جائے کہ علماء سابقین کا اس کے متعلق کوئی حکم موجود ہو اس سے تجاوز نہ کرے۔

۱۴:...... نیز اسی صفحہ میں فرماتے ہیں:

’’وإذا تحمل رجل أمراً ووافق ظنک فلا تجاوز عنه وهو الإجماع دلیلاً ظنیاً

ولا قیاس ولا إجماع فی ماسوٰی ذٰلک۔‘‘

۱۵:......اور اسی تفہیمات کے ص:۲۱۵، جلد:۱ میں فرماتے ہیں:

’’وإن قصرت أفهامكم فاستعينوا برأی من مضى من العلماء ماتروه أحق وأصرح وأوفق بالسنة۔‘‘

۱۶:......اور حجۃ اللہ البالغہ، ص:۴۴-۴۵، ج:۱ میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مسلک کی وضاحت مندرجہ ذیل الفاظ میں فرماتے ہیں:

’’وها أنا برىء من كل مقالة صدرت مخالفة لآية من كتاب اللّٰه، أوسنة قائمة عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، أوإجماع القرون المشهود لها بالخير، أوما اختارهٗ جمهور المجتهدين و معظم سوادالمسلمين، فإن وقع شیء فإنهٗ خطأ رحم اللّٰه من أيقظنا من سنتنا، أونبّهنا من غفلتنا، أما هولاء الباحثون بالتخريج والاستنباط من كلام الأوائل المنتحلون مذهب المناظرة والمجادلة فلايجب علينا أن نوافقهم فی كل مايتفوهون به، ونحن رجال وهم رجال، والأمر بيننا وبينهم سجال، الخ۔‘‘

ان تمام مذکورہ اقتباسات سے باآسانی ہم عمومی طور پر حسب ذیل نتائج اخذ کرسکتے ہیں:

۱:...... مذاہب اربعہ کی تقلید کرنا چاہیے، بالخصوص شر وفساد کے اس دور اور اتباعِ ہویٰ کے اس زمانہ میں اس شخص کے لیے جو براہِ راست کتاب وسنت سے استنباط نہ کرسکتا ہو، ان مذاہب کی تقلید میں بہت سے مصالح ہیں۔

۲:......کسی فقہی قیاسی مسئلہ میں اگر سلف کا کوئی قول موجود ہو اور اس کے علم میں کسی صحیح حدیث سے مخالف نہ ہو تو اسے ماننا ضروری ہوگا۔

۳:......اگر ائمہ کے اقوال یا کسی ایک امام کے اقوال میں اختلاف ہو تو جو مسلک کتاب و سنت سے زیادہ قریب ہو اس کو اختیار کرنا چاہیے۔

۴:...... مذاہب اربعہ میں بہت کم ایسا کوئی مسئلہ ملے گا جس کی کوئی دلیل موجود نہ ہو یا اس کے قائل یا اس کے مقلد کو معذور نہ سمجھ سکیں۔

۵:......غور سے یہی معلوم ہوا کہ حنفی مذہب آج کل باقی مذاہب سے زیادہ بہتر ہے۔

۶:......حنفی مذہب کی تقلید میں بہترین طریقہ یہ ہے کہ ابوحنیفہؒ، ابویوسفؒ، محمد بن الحسنؒ، تینوں ائمہ کے اقوال میں سے اس کو لیا جائے جو حدیث سے زیادہ قریب ہو اور یہ مذہب حنفی کی تقلید کے مخالف نہیں۔

۷:......صرف حدیث پر ہی قناعت کرکے فقہ سے بے بہرہ رہنا یا صرف فقہ پر کفایت کرکے حدیث سے محروم رہنا یہ غلو ہے، افراط وتفریط ہے، جو درست نہیں، دونوں کو ملانا اور ان سے تطبیق دینا

ضروری ہے اور یہی بہترین طریقہ ہے ۔

۸: ......کسی دلیل قوی کی وجہ سے اگر کوئی مقلد اپنے امام کا مسلک چند مسائل میں ترک کردے تو یہ تقلید کے منافی نہیں ۔

۹: ......اگر کوئی مسئلہ فقہ حنفی کی کتب ظاہر الروایۃ میں موجود نہ ہو اور حدیث میں مذکور ہے تو اس کو ضرور لینا ہوگا اور یہ مذہب حنفی کی تقلید کے خلاف نہ ہوگا ۔

ایک مثال سے اس کی وضاحت

چنانچہ شاہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ، ص:۱۱، ج:۲ میں فرماتے ہیں :

’’ومن قال مذهب أبی حنيفة رحمه الله ترک الإشارة بالمسبحة فقد أخطأ، ولا يعضدهٗ رواية ولا دراية قاله ابن الهمام ، نعم لم يذكره محمد فی الأصل وذكرهٗ فی الموطأ ووجدت بعضهم لايميز بين قولنا: ليست الإشارة فی ظاهر المذهب، وقولنا ظاهر المذهب أنها ليست ۔‘‘

یعنی ’’جس شخص نے یہ کہا کہ ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ تشہد میں اشارہ بالسبابہ نہ کرنا چاہیے، اس نے غلطی کی، کیونکہ یہ عقل ونقل دونوں کے خلاف ہے، جیسا کہ ابن الہمامؒ نے فرمایا، ہاں! امام محمدؒ نے اس مسئلہ کو مبسوط میں ذکر نہیں کیا، جو ظاہر الروایۃ کی کتابوں میں سے ہے، لیکن مؤطا میں اس کا ذکر فرمایا اور دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ فقہاء کی ان دو تعبیروں میں فرق نہیں کرسکتے: ۱:- اشارہ ظاہر مذہب میں نہیں، ۲:- ظاہر مذہب یہ ہے کہ اشارہ نہیں ۔‘‘

حضرت شاہ صاحبؒ کا مسلک

یہ تو شاہ صاحبؒ کی مذکورہ بالا عبارات کے عمومی نتائج یا آپ کے اصولی نظریات تھے، ان کے علاوہ انہی اقتباسات سے ہم حضرت شاہ صاحبؒ کے مسلک کے بارے میں خصوصی طور پر مندرجہ ذیل نتائج پر بھی پہنچتے ہیں :

۱:- ائمہ اربعہ کے اختلافات کے بارے میں آپ کی پوری تشفی ہوگئی ہے اور اس کا صحیح منشأ بھی سمجھ گئے ہیں ۔

۲:- نبی کریم ﷺ نے آپ کو وصیت فرمائی ہے کہ مذاہب اربعہ کے دائرے سے باہر نہ نکلیں اور جہاں تک ممکن ہو ان میں تطبیق دیں ۔

۳:- آپ کو اپنے طبعی رجحان یا میلان کے خلاف ان مذاہب کی تقلید پر مامور کیا گیا ۔

۴:- آپ کو حکم دیا گیا کہ فروعی مسائل میں بھی حنفیہ کے خلاف نہ کریں، جب تک صراحۃً کسی حدیث کی مخالفت نہ ہو ۔

۵:- اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنے علم وفہم سے نوازا جس کے ذریعہ ہندوستان میں رائج حنفیت کی

اصلاح کرسکیں، عام حنفی علماء کے غلو سے جو اس کے حقیقی خدوخال چھپ گئے ہیں اس کو واضح کرسکیں۔

۶:- حنفیہ اور شافعیہ جس پر متفق ہوں اس پر آپ ضرور عمل کرتے ہیں۔ اگر ان میں اختلاف ہو تو اس جانب کو اختیار کرتے ہیں، جس کی تائید حدیث سے ہوتی ہو۔

۷:- آپ مجتہدین کی اتباع ضرور کرتے ہیں، متاخرین کی تخریجات جو وہ قدماء کے کلام سے کرتے ہیں، یہ ضروری نہیں کہ اسے بھی آپ قبول کریں۔

ان نتائج میں غور کرنے سے یہی معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحبؒ ایک فقیہ النفس حنفی محدث ہیں اور ان فقہاء محدثین کے زمرے میں ہیں جو قوی وضعیف، صحیح وغلط اور راجح ومرجوح میں پوری بصیرت کے ساتھ فیصلہ کرسکتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ ہندوستان میں اس درجہ کا کوئی حنفی محدث اور فقیہ النفس محقق دوسرا پیدا نہیں ہوا۔ حتیٰ الوسع آپ حنفی مذہب ہی میں اس قول کو اختیار کرتے جو حدیث اور دوسرے مذاہب سے متفق ہو۔ اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ فقہاء حنفیہ میں شیخ ابن الہمام صاحبِ فتح القدیر اور آپ کے دو محقق شاگرد حافظ حدیث قاسم بن قطلو بغا اور محقق ابن امیر الحاجؒ جو تفقہ نفس کے ساتھ تبحرِ حدیث، اطلاعِ رجال، فنِ جرح وتعدیل اور اصولِ فقہ وغیرہ میں پوری دستگاہ رکھتے ہیں اور بہت سے فروعی مسائل میں اپنی اپنی خاص رائے رکھتے ہیں، اسی طبقہ میں حضرت شاہ صاحبؒ کا بھی شمار ہونا چاہیے۔ بعض مسائل میں ان حضرات کا حنفیہ سے خلاف کرنا جسے مذہب حنفی کے خلاف نہیں سمجھا جاتا اور اس کے باوجود ان کو فقہاء حنفیہ ہی میں شمار کیا جاتا ہے، اسی طرح بعضے مسائل واحکام میں مذہب حنفی کے خلاف شاہ صاحبؒ کا رجحان نفس حنفی مذہب کے خلاف نہیں کہا جاسکتا ہے۔ ہندوستان کا عام مذہب حنفی تھا اور فتوحاتِ اسلامیہ سے لے کر سلطان محمد شاہ کے آخری وقت تک یہی قانونی مذہب رہا۔ سلطان عالمگیر اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ نے ''فتاویٰ عالمگیریہ'' تدوین کرایا، ان کے مدونین میں جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہوگا حضرت شاہ صاحبؒ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم بھی شامل تھے اور آخری اسلامی دور کا یہی ہندوستان میں قانون رہا۔

ہندوستان کے حنفی محدثین میں شیخ محمد عابد سندھی صاحبِ ''**المواهب اللطيفة على مسند أبي حنيفةؒ**'' و ''**طوالع الأنوار شرح الدر المختار**'' وغیرہ وشیخ محمد ہاشم سندھیؒ، شیخ عبدالغفور سندھیؒ، شیخ محمد قائم سندھیؒ، شیخ ابوالحسن سندھیؒ اور حضرت شاہ صاحبؒ کے تلامذہ میں آپ کے جانشین شاہ عبدالعزیزؒ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اور السید مرتضی بلگرامی زبیدیؒ جو تبحرِ حدیث وغیرہ میں کچھ کم نہیں، سب حنفی المذہب ہی ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے بعد شاہ عبدالعزیز حنفی محدثؒ آپ کے جانشین رہے اور شاہ عبدالعزیزؒ کی جانشینی شاہ محمد اسحاقؒ آپ کے نواسے نے کی، اور شاہ اسحاقؒ کے مسند نشین شیخ عبدالغنی مجددیؒ ہوئے، یہ سب بھی حنفی المسلک محدث تھے۔ شاہ صاحبؒ کے فقہی مسلک کے سمجھنے کے لیے آپ کی علمی تاریخ کا پیش نظر ہونا بھی ضروری ہے، جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ممدوح نے شروع میں حضرت والد ماجد شاہ عبدالرحیمؒ وغیرہ علماء سے علوم حاصل کیے اور فقہ حنفی پڑھا اور

جب تک ہندوستان میں تھے اور حرمین شریفین کی زیارت کو نہیں گئے تھے، آپ پر فقہ حنفی کا اثر تھا۔ ۱۱۴۵ھ میں جب مدینہ منورہ پہنچے اور شیخ ابو طاہر کردی شافعیؒ سے تلمذ ہوا تو اس کے بعد فقہ شافعی کا اثر بھی ساتھ آ تا گیا اور ''کتاب الأم'' جو امام شافعیؒ کی کتاب ہے، اس کے مطالعہ سے فقہ شافعی کا اثر اور بڑھتا گیا، آخر میں امام مالکؒ کی کتاب ''موطا'' کی طرف بہت توجہ ہوئی اور اس کی عربی و فارسی میں دو شرحیں مختصر لکھیں اور اس کی وجہ سے مذہب مالکی کا اثر بھی آپ پر چڑھا، لیکن آپ اکثر امام مالکؒ کا مذہب موطا کی روایتوں ہی کو ٹھہراتے ہیں، حالانکہ مالکیہ میں بہت سے موطا کے اقوال مہجور ہیں اور مذہب میں داخل نہیں۔

امام احمدؒ کا مذہب حقیقت میں امام شافعیؒ کے مذہب کی فرع ہے، بلکہ ظاہریت و اجتہاد میں ایک برزخ ہے۔ مشکل سے امام احمدؒ کا کوئی ایسا قول ملے گا جو مذہب شافعی میں کوئی روایت اس کے مطابق نہ ہو۔ غرض اس طرح سے آپ کی طبیعت پر مذاہب اربعہ کی فقہ اثر انداز ہوتی گئی اور اس کی خواہش ہوئی کہ ایک ایسا جامع مسلک اختیار کیا جائے جس کے ذریعہ مذاہب میں تطبیق و توفیق ہو جائے۔ سارے احکام کے ذخیرہ میں بیس مسئلے ایسے نہیں ملیں گے جس میں امام ابو حنیفہؒ متفرد ہوں، یا ابو حنیفہؒ کا کوئی قول یا ابو یوسفؒ و محمدؒ کا کوئی قول امام شافعیؒ کے موافق موجود نہ ہو، اس لیے آپ نے جامعیت مذاہب کا یہ مسلک اختیار کیا، لیکن اس طرح پر کہ اس جامعیت کو اختیار کر کے بھی آپ حنفی رہ سکیں، کیونکہ ''وإیاک أن تخالف القوم فی الفروع'' (خبردار! اپنی قوم یعنی اہل ملک کی فروعی مسائل میں مخالفت نہ کرنا) آپ کو سرکارِ مدینہ کا حکم مل چکا تھا، جیسا کہ ''فیوض الحرمین'' کے مذکورہ بالا اقتباسات میں گزر چکا۔

یہاں تک لکھ چکا تھا کہ شاہ صاحبؒ کا ایک مکتوب ''کلماتِ طیبات'' کے ص: ۱۲۱ پر دیکھا، جو کچھ میں لکھ چکا ہوں اس مکتوب سے اس کی تائید نکلتی ہے۔ ممکن ہے کسی کو کچھ غلط فہمی ہو جائے، اس لیے نقل کر کے چند جملے عرض کروں گا:

> ''سوال آنکہ عمل تو در مسائل فقہیہ بر کدام مذہب است؟
> گفتم بقدرِ امکان جمع می کنم در مذاہب مشہورہ مثلاً صوم و صلاۃ و وضوء و غسل و حج بوضعے واقع می شود کہ ہمہ اہل مذاہب صحیح دانند و عند تعذر الجمع باقوی مذاہب از روئے دلیل و موافقت صریح حدیث عمل می نمایم و خدائے تعالیٰ ایں قدر علم دادہ است کہ فرق میانِ ضعیف و قوی کردہ شود و در فتویٰ بحال مستفتی کار می کنم مقلد ہر مذہبی کہ باشد او را از ہماں مذہب جواب می گویم، خدائے تعالیٰ بہر مذہبے از مذاہب مشہورہ معرفتے دادہ است، الحمد للہ تعالیٰ۔''

اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ مجتہد مطلق نہ تھے، بلکہ ان محدثین وفقہاءِ امت میں سے تھے جو مذاہب کے احکام و ادلہ سامنے رکھ کر قوی وضعیف کا فیصلہ بخوبی کر سکتے ہیں، ورنہ جو شخص درجہ اجتہادِ مطلق کو پہنچ جائے اس پر تقلید دوسرے کی حرام ہو جاتی ہے۔ وہاں تو اس کی گنجائش نہیں نکلتی کہ بناء بر احتیاط مذاہب میں تطبیق و توفیق دیتے ہیں۔ پس یہ جامعیت کا مسلک ہی خود ہمیں بتلا رہا ہے کہ آپ

مجتہد نہ تھے، ورنہ جواب میں صاف فرمادیتے کہ میں اپنے عصر کا خود مجتہد ہوں، کسی خاص مذہب کا پابند نہیں بلکہ غور سے کچھ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ بجائے کسی ایک مذہب کے اتباع کے مذاہب اربعہ اور بالخصوص حنفیہ وشافعیہ سب کا اتباع ایک حد تک ضروری سمجھتے ہیں۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ عوام امت کے لیے اپنے اپنے مذاہب کی تقلید ہی ضروری جانتے ہیں، اس لیے استفتاء میں مستفتی کا خیال کرتے ہیں اور اس کو اسی کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔ اگر آپ مجتہد ہوتے تو اپنی رائے کے مطابق جس کو صحیح خیال فرماتے، وہی جواب دیتے۔ بہرحال مدارکِ اجتہاد کا سمجھنا بھی ہم جیسوں کا کام نہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے لیے یہ فخر کافی ہے کہ مختلف فضائل وکمالات کے ساتھ مدارکِ اجتہادِ ائمہ کے منشاء اختلاف کو وہ سمجھتے ہیں اور ترجیح وتمیز پر بصیرت کے ساتھ قادر ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ مفتی فقیہ اور فقیہ محدث کے درجہ میں ایک جلیل القدر، دقیق النظر فقیہ، واسع الاطلاع محدث ہیں۔

اس موضوع کے اطراف وجوانب ابھی بہت کچھ تشنۂ تحقیق ہیں۔ نیز حضرت شاہ صاحبؒ کے مسلک کے متعلق آپ کی تصنیفات میں بہت کچھ ذخیرہ اس کے علاوہ بھی موجود ہے۔ لیکن اس وقت اس فرصت میں اسی مختصر مضمون پر کفایت کرتا ہوں۔ توقع ہے کہ اہل علم وطلبہ کے لیے بصیرت سے خالی نہ ہوگا۔

(بشکریہ: الفرقان (بریلی، انڈیا) شاہ ولی اللہؒ نمبر)

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....